ہمارے لسانی جھگڑوں کا ایک بہترین حل — جناب مصطفیٰ عباسی ایم اے کلہڑہ گلی۔ مری

قسط دوئم

وقت کا تقاضا ــــــ عالمی زبان

اور عربی

عالمی زبان کی خوبیاں | عالمی زبان کا درجہ وہی زبان حاصل کر سکتی ہے جس میں کم از کم مندرجہ ذیل خوبیاں ضرور موجود ہوں :-

۱۔ مناسب ذخیرہ الفاظ۔

۲۔ جامع قواعد۔

۳۔ نئے کلمات کی گنجائش۔

۴۔ قابلِ قبول صوتی نظام۔

۵۔ اختصار۔

آپ ان خوبیوں پر غور کریں اور جائزہ لیں کہ عربی یا کسی دوسری زبان میں ان کی کیا حیثیت ہے۔

۱۔ ذخیرہ الفاظ ــــــ ذخیرۂ الفاظ کے بغیر کسی زبان کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ بشپ ولکنز نے جو زبان ایجاد کی تھی اس میں الفاظ کا ذخیرہ اس طرح نہیں تھا کہ ہر چیز کا ایک مخصوص نام ہو بلکہ ہر چیز کو لکھ کر بیان کرنے کا ایک مخصوص اشارہ تھا۔ "ولکنز" کو اس امر کی پروا نہ تھی کہ کس مفہوم کے بیان کے لئے کیا آواز پیدا کی جائے۔ بلکہ اسکی توجہ اس بات پر تھی کہ کس مطلب کے اظہار کیلئے قلم اور کاغذ کی مدد سے کیسا نقش بنایا جائے۔ غرض ولکنز نے ذخیرہ الفاظ کے بغیر زبان بنالی تھی۔ لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اسے ذخیرہ الفاظ کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ موجودہ زبانوں کے الفاظ ہی کو اپنے مخصوص رسم الخط میں لکھ کر اپنا مدعا بیان کر لیتا تھا۔

ذخیرہ الفاظ میں سب سے بڑی خامی الفاظ و معانی میں ربط کا نہ ہونا ہے۔ اردو

میں ملاحظہ فرمائیں ۔ ہاتھ اور ہاتھی ۔ مال اور مالی ۔ باغ اور باغی وغیرہ کلمات کے تلفظ اور صورتوں میں کس قدر قریبی تعلق اور ربط ہے ۔ لیکن ان معانی اور مطالب میں ایک دوسرے سے دور کی نسبت بھی نہیں ۔ دنیا بھر کی زبانوں اور خاص کر یورپائی زبانوں کے ذخیرہ الفاظ کی اسی خامی کے پیش نظر ۱۶۶۱ء میں" دالگرنو" نے اپنی وہ زبان ایجاد کی تھی جس میں ہاتھی ، گھوڑا، گدھا اور خچر کے مفہوم کیلئے علی الترتیب نیکا ۔ نیکے ۔ نیکی اور نیکو کے کلمات تجویز کئے تھے ۔

کلمات کے معانی اور تلفظ میں اگر ربط ہو تو ذخیرہ الفاظ پہ عبور حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے ۔ اس کے برعکس چند ہزار کلمات کا ذہن نشین کرنا بھی سالہا سال کی محنت چاہتا ہے ۔ ہمارے نوجوان جو بی ۔ اے کا امتحان پاس کرتے ہیں انہیں انگریزی کے صرف چار ہزار کلمات پر عبور حاصل کرنا پڑتا ہے ۔ اور اس میں بھی ان کی قابلیت اور مہارت بالکل سطحی اور ابتدائی ہوتی ہے ۔

عربی زبان کا ذخیرۂ الفاظ اس خامی سے پاک ہے ۔ اگر کسی مقام پر یہ خامی محسوس ہوتی ہو تو اسکی اصل وجہ مرورِ ایام کے باعث زبان میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں ہیں ۔ ذیل کی مثالوں سے ہمارے اس بیان کی تائید اور تصدیق ہوتی ہے ۔

۱۔ جاننا ، پہچان ، استاد ، شاگرد ، علم وغیرہ قبیل کے بیشمار اردو کلمات ہیں جن کے معانی میں قریبی ربط اور تعلق ہے لیکن الفاظ ایک دوسرے سے دور بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ لیکن اسی قبیل کے کلمات کو عربی میں دیکھیں تو معانی کا ربط الفاظ میں بھی بدستور موجود ہے ۔ علم ۔ معلوم ۔ معلم ۔ متعلم ۔ معلومات ۔ عَلَم عَالِم عَالَم علّامہ اور علامات وغیرہ ۔

۲۔ ہمارے ہاں ماں ، باپ ، اولاد اور بیٹا وغیرہ کلمات میں الفاظ و معانی میں ربط نہیں لیکن عربی میں ولد ولادت والد والدہ مولود اولاد مولد موالید تولید وغیرہ کلمات کس خوبی کے ساتھ لفظاً اور معناً دونوں حالتوں میں مربوط نظر آتے ہیں ۔

۳۔ انگریزی کے HEAD (سر) اور CHIEF (سردار) کے تلفظ اور مفہوم میں جو بعد ہے وہ عربی کے رأس اور رئیس میں نہیں ۔

غرض عربی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں وہ خوبی موجود ہے جس کے لئے دالگرنو DALGARNO نے ایک مستقل لغت ترتیب دینے کی زحمت گوارا کی تھی ۔

ذخیرہ الفاظ میں دوسرا بڑا نقص جو عربی کے سوا کم و بیش دنیا کی سب زبانوں میں پایا جاتا ہے وہ کلمات کا مختلف آوازوں (رکنوں) یا ACCENTS سے مرکب ہوتا ہے ۔ کسی حد

تک چینی زبان اس عیب سے بچی ہوئی ہے، لیکن اس میں کلمات کے یک رکنی ہونے سے ایک دوسرا نقص پیدا ہو گیا ہے، اور وہ یہ کہ سابقوں اور لاحقوں کا استعمال نیز مادے سے مشتقات کا حصول اور ایک ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ بنانا جسے انگریزی میں ورڈ بلڈنگ (WORDS BUILDING) کہتے ہیں، مشکل ہو گیا ہے۔ چینی زبان کا یہ نقص ذیل کی مثال سے واضح ہو جاتا ہے۔

عربی میں ق ۔ د ۔ م (قدم) ایک مادہ ہے۔ اس سے جو بھی کلمات بنتے ہیں ان میں "قدم" کا مفہوم نمایاں طور پر نظر آجاتا ہے۔ اس کے برعکس چینی میں قدم کیلئے "پو" کا لفظ ہے اور قدوم کیلئے "لائی" کا لفظ ہے۔ عربی میں جو شخص قدم کے مفہوم سے باخبر ہے وہ قدوم اقدام مقدم مقدمہ تقدیم وغیرہ تمام کلمات کے مفہوم کے بارے میں صحیح نہیں۔ تو ناقص سا اندازہ لگا لیتا ہے، لیکن چینی میں "پو" کے مفہوم کی مدد سے "لائی" کے مفہوم کی بو بھی نہیں پائی جا سکتی۔ یا عربی میں "ذھب" کے مفہوم سے "مذھب" اور "ذاھب" وغیرہ کلمات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن چینی میں "جی" (جانا) کے مفہوم سے واقفیت "دو" (راستہ) کا مفہوم سمجھنے میں ممد و معاون نہیں ہو سکتی۔

عربی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں کم و بیش ۹۰ فیصد الفاظ سہ حرفی مادوں سے ماخوذ ہیں جن کے تلفظ کیلئے چینی کلمات کے تلفظ کی طرح لب و دہن کی ایک ہی جنبش کافی ہوتی ہے۔ جیسے بُعد۔ قبل۔ علم۔ حسن۔ خلق وغیرہ یہ کلمات چینی زبان کے کلمات کی طرح یک رکنی ہیں۔ اور ان میں چینی کلمات کے مقابلے میں ایک زائد خوبی ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ سب کلمات مادے ہیں اور ان سے بیشمار ایسے کلمات بنائے جا سکتے ہیں، جن کے معانی و مطالب میں ان مادوں کے معانی پائے جاتے ہیں۔ جیسے مستبعد۔ استقبال۔ معلومات۔ استحسان اور تخلیقات وغیرہ گو یہ کلمات سہ رکنی اور چہار رکنی کلمات کی صورتیں اختیار کر گئے ہیں۔ اور اس طرح انہیں بیک جنبش لب و دہن ادا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان میں خوبی یہ ہے کہ مادوں کے معانی پر اطلاع کے بعد ان کے مفہوم کا ادراک آسان ہو گیا ہے۔ گو شکل و صورت میں یہ نئے اور اجنبی معلوم ہوتے ہیں لیکن مادوں سے وابستگی بدستور موجود ہے جو انہیں نو آموز کیلئے مشکل یا لا ینحل نہیں بننے دیتی۔

ماحاصل یہ کہ:

۱۔ عربی کلمات کے معانی کا ربط الفاظ میں بھی باقی رہتا ہے۔

۲۔ عربی کلمات چینی کی طرح یک رکنی ہیں۔ لیکن چینی کلمات کے مقابلے میں ان میں ایک زائد خوبی ہے اور یہ وہ کہ یہ اپنے مادوں سے متعلق رہتے ہیں۔

اب رہا ذخیرہ الفاظ کا محدود ہونا، سو اس پر اختصار پر بحث کے دوران روشنی ڈالی جائے گی۔ انشاء اللہ

قواعد | عالمی زبان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس کے قواعد (GRAMMER) مختصر سادہ اور جامع ہوں ممکن ہے بعض لوگ عربی صرف و نحو کی موٹی موٹی ضخیم کتابوں اور رات دن محنت کرنے والے صرفی اور نحوی طالب علموں کو دیکھ کر یہ گمان کرتے ہوں کہ قواعد کے اعتبار سے عربی عالمی زبان ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی زبان کے قواعد کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ نمبر ایک عام بول چال کی زبان کے قواعد۔ اور نمبر دو زبان کی اصل اس کے مادوں اور مشتقات کی تحقیق۔ بظاہر ایک سے معانی رکھنے والے کلمات کے باریک امتیازات اور ان کے معیاری محل استعمال وغیرہ کے بارے میں مفصل معلومات بہم پہنچانے والے قواعد ہمارے عربی مدارس میں جن کتابوں پر محنت کی جاتی ہے وہ قواعد کی اس دوسری قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو لوگ کسی زبان کو اسکی عالمی یا بین الاقوامی حیثیت سے ثانوی زبان کے طور پر سیکھیں گے انہیں اس دوسری قسم کے قواعد کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

یہ ایک ضمنی بات تھی جو ایک شبہ کے ازالہ کی خاطر عرض کی ہے ـــ آیئے اصل مدعا کی طرف:

زبان کے قواعد دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔ صرفی قواعد

۲۔ نحوی قواعد

صرفی قواعد میں مادوں سے مشتقات بنانے اور ایک قسم کے کلمات سے دوسری قسم کے کلمات بنانے یعنی (WORDS BUILDING) کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ چونکہ مادوں سے مشتقات بنانے کا سلسلہ سامی زبانوں کا خاصہ ہے۔ اور زبانوں کی اس شاخ میں صرف عربی ہی ایک زندہ زبان کی حیثیت رکھتی (عبرانی کے تن مردہ میں یہودیوں کی قومی اور نسلی برتری کی تحریک نے حال ہی میں روح ڈالنے کی کوشش کی ہے جو ابتدائی مراحل میں ہے) اس لئے صرفی قواعد عملی طور پر عربی ہی سے مخصوص ہیں۔ گو دوسری زبانوں میں "صرف"

کی اصطلاح موجود ہے، لیکن وہ "صرف" جیسے باقاعدہ فن کا درجہ حاصل ہے، صرف اور صرف عربی میں ہے۔ اور اس کے چند ابتدائی اور سادہ قواعد کے علم سے انسان عربی کے ذخیرہ الفاظ میں وسیع اور گرانمایہ اضافہ کر لیتا ہے۔ جو دوسری زبانوں میں سالہا سال کی محنت کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتا۔ ذیل کی مثال سے ہمارے دعوے کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

باپ۔ ماں۔ بیٹا۔ بیٹی۔ پیدائش۔ جائے پیدائش وغیرہ مختلف کلمات ہر زبان کے ذخیرہ الفاظ میں شامل ہیں اور نو آموز کیلئے ان کا سیکھنا ضروری ہے۔ لیکن عربی میں علم صرف نو آموز کو ان مختلف کلمات کے یاد کرنے کی زحمت سے نجات دلا دیتا ہے۔

قواعد کی دوسری قسم یعنی نحوی قواعد میں بتایا جاتا ہے کہ کس طرح کلمات کی ترکیب اور ترتیب سے مرکبات بنائے جاتے ہیں۔ اس بارے میں عربی کے قواعد نہایت سادہ مختصر اور جامع ہیں۔ "اسپرانتو" اور چینی زبان کے علاوہ کسی زبان کے نحوی قواعد اختصار اور جامعیت میں عربی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سچ پوچھو تو اسپرانتو اور چینی کے نحوی قواعد عربی کے نحوی قواعد کی طرح مختصر ضرور ہیں لیکن جامع ہرگز نہیں۔ چینی میں اجزائے کلام (PARTS OF SPEECH) کی ترکیب کا خیال تو رکھا جاتا ہے، لیکن ترتیب کا چنداں اہتمام نہیں کیا جاتا بس آگے پیچھے کلمات رکھ دینے سے جملہ بن جاتا ہے۔

عربی زبان کے نحوی قواعد کلیات کی حیثیت رکھتے ہیں اور اجزائے کلام کی ترتیب میں تبدیلی جملے کے مفہوم میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ "ضرب زید" اور "زید ضرب" کی دونوں ترتیبیں درست ہیں لیکن ان کے فرق سے معانی و مطالب میں بھی فرق آ گیا ہے اور لطف یہ کہ جسطرح کلمات کی ترتیب میں معمولی تبدیلی ہوئی ہے، اسی طرح معانی میں بھی ایک لطیف سا فرق آیا ہے۔

حروف علت | عربی کے صرفی قواعد میں تعلیلات والے حصے کو مشکل تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن حروف علت کی ان تبدیلیوں کا دوسری زبانوں کے حروف علت کی تبدیلیوں سے مقابلہ کیا جائے تو عربی کا مقام بلند نظر آتا ہے۔ عربی میں صرف تین حروف علت ہیں۔ ا۔ و۔ ی اور یہ تین ہی آوازوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اس کے برعکس انگریزی میں پانچ حروف علت (VOWELS) ہیں۔ اور ان کی تیرہ ۱۳ قسم کی مختلف آوازیں۔ عربی کا طالب علم بتا سکتا ہے کہ قوا قال اور قیل و۔ا اور ی ایک دوسرے سے کیوں بدل گئے ہیں، لیکن انگریزی کا طالب علم چھوڑ استاد بھی نہیں بتا سکتا کہ BEGIN (شروع کرنا) BEGAN اور BEGUN میں ——— I ، A ، U

حروف علت ایک دوسرے سے کیوں بدل گئے ہیں۔ یا کیا وجہ ہے کہ COME کا O دوسری فارم میں A سے اور تیسری فارم میں پھر O سے کیوں بدل جاتا ہے۔

اسپرانتو جو مصنوعی زبان ہے اور جس کی ترتیب کا مقصد ہی قدرتی زبانوں میں پائی جانے والی قواعد کی خرابیوں سے پاک وصاف زبان کی ضرورت کا پورا کرنا ہے۔ اس میں بھی پانچ حروف علت ہیں اور بالائے ستم یہ کہ مرکب حروف علت کی ایک الگ قسم موجود ہے جس میں دو حرف علت ملکر ایسی آواز پیدا کرتے ہیں جو دونوں اجزا کی آوازوں سے مختلف ہوتی ہے ——

کلمات تعریف وتنکیر عربی میں "ال" کلمہ تعریف ہے۔ اور عام حالات میں اس کا نہ ہونا تنکیر کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس انگریزی میں THE کلمہ تعریف اور A اور AN دو تنکیر کے کلمات ہیں۔ اور ان کے استعمال کے قواعد الگ باعث تشویش ہیں۔ جرمنی میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے اسماء کی تین قسمیں ہیں اور ہر قسم کے لئے کلمہ تعریف الگ ہے۔ مذکر کیلئے DER مونث کیلئے DI اور بے جان کیلئے DAS ہے۔ اس قاعدے کے مطابق باغ (GARTAN) جو بے جان چیز کا نام ہے، اس کے ساتھ DAS کلمہ تعریف لانا چاہیئے تھا۔ لیکن جرمنی میں DER GARTAN استعمال کرتے ہیں۔ گویا باغ جاندار مذکر ہے۔ اسی طرح دیوار (WAND) بے جان کے ساتھ DI لگاتے ہیں۔ گویا دیوار جاندار مؤنث ہے اور KIND (بچہ) کو بے جان فرض کرکے DAS KIND کہتے ہیں

چینی جسے قواعد کے اختصار پر ناز ہے، اس میں ایک نہیں دو نہیں پورے گیارہ آرٹیکل ہیں۔ ۱۔ کہ ۲۔ تنگ ۳۔ کوان ۴۔ چن ۵۔ پا ۶۔ ژو ۷۔ ٹو ۸۔ چی این ۹۔ گو ۱۰۔ ژنگ۔ اور ۱۱۔ جانگ ۔ یہ گیارہ کے گیارہ کلمات تنکیر ہیں جن کی جگہ عربی میں عام طور پر صرف تنوین یا کلمہ تعریف کا نہ ہونا کافی سمجھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اسمائے اشارات کو کلمات تعریف کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ "چے کو" اسم اشارہ بھی ہے۔ اور کلمہ تعریف بھی "چے کو جن" (CHE KO JEN) کے معنی ابشر الرجل یا ھذا الرجل —— مزید ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ چینی لوگ بعض اوقات کلمہ ربط "ہے" یہ (YO) یا "شی" حذف کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں CHE KO JEN کا تیسرا ترجمہ ہوگا۔ "ھذا الرجل" انگریزی میں CHE KO JEN کے چار مفہوم سمجھے جاسکتے ہیں۔

۱۔ الرجل THE MAN ۲۔ ھذا الرجل THIS MAN

۳۔ ھٰذا رجلٌ THIS IS MAN ۴۔ ھٰذا ھو الرجل۔ THIS IS THE MAN

نئے کلمات | انسان علم و دانش اور خاص کر سائنس اور سیاسیات میں پیہم ترقی کر رہا ہے۔ روز بروز نئے نئے تجربات اور نئی نئی ایجادات و اختراعات ہو رہی ہیں۔ اس لئے زبان میں نئے اور جدید کلمات کی ضرورت پیدا ہوتی رہتی ہے، جو زبان نئی تحقیقات کے دوش بدوش نئے کلمات پیش نہیں کر سکتی وہ رفتہ رفتہ متروک اور مردہ ہو جاتی ہے۔ عالمی زبان کیلئے ضروری ہے کہ اس میں نئے کلمات وضع کرنے کی گنجائش اور صلاحیت ہو۔

عہدِ حاضر کا ایک ماہر لسانیات بوڈمر (BODMER) لسانیات پر اپنی تصنیف THE LOOM OF LANGUAGE میں موجودہ عالمی اور خاص کر مصنوعی (ARTIFICIAL) زبانوں پر بھرپور تنقید بلکہ تنقیص کے بعد عالمی زبان کیلئے اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"عالمی زبان کا ذخیرہ الفاظ ایک ہزار کلمات سے کسی صورت میں بھی زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور مختلف علوم کیلئے الگ الگ فرہنگیں تیار کی جائیں تاکہ جو شخص کسی خاص علم سے دلچسپی رکھتا ہو وہ ان فرہنگوں کا مطالعہ کر کے ذخیرہ الفاظ کی کمی کو پورا کر لیا کرے۔ (کتاب مذکورہ صفحہ ۵۱)

براعظم یورپ کے مختلف ملکوں میں موجودہ رائج زبانوں کے پیش نظر "بوڈمر" کی یہ تجویز معقول ہے کہ عام بول چال کیلئے عالمی زبان کا ذخیرہ الفاظ ایک ہزار کلمات تک محدود ہونا چاہیئے۔ اور علم کی مختلف شاخوں میں تحقیق تک کرنے والوں کے لئے الگ اصطلاحات وضع کی جائیں۔ لیکن عربی زبان کیلئے نہ تو ایک ہزار کلمات تک ذخیرہ الفاظ کا محدود رکھنا ضروری ہے۔ اور نہ ہی مخصوص لوگوں کیلئے الگ فرہنگوں کا تیار کرنا ضروری ہے۔ عربی میں نئے کلمات وضع کرنے کا ایسا نظام موجود ہے کہ قواعد کی مدد سے روز بروز بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق نئے کلمات وضع کئے جا سکتے ہیں اور لطف یہ کہ یہ نئے کلمات زبان کے بنیادی ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کا باعث بھی نہیں ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو آپ عربی میں ذخیرہ الفاظ بجائے ایک ہزار کے دس ہزار تک بڑھا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ عربی میں دس یا اس سے بھی زیادہ لفظوں کے یاد کرنے کی محنت دوسری زبانوں کے ایک لفظ کے یاد کرنے سے زیادہ نہیں ہوگی۔

دوسرے یہ کہ عربی میں ہر نیا کلمہ معلوم مادوں سے معلوم قاعدوں کے مطابق وضع کیا جائے گا۔ جس کا مفہوم اس کے وضع کئے جانے سے پہلے ہی واضح اور معلوم ہوگا۔

عربی کی ابتدائی تصریف کے قاعدے جاننے والے مبتدی بھی ایسے ایسے کلمات

وضع کر لیتے ہیں جو نہ تو مستعمل ہیں اور نہ ہی ان کی ضرورت ہے۔ چہ جائیکہ نئے کلمات کی ضرورت ہو اور وہ وضع نہ کئے جا سکیں۔

صوتی نظام | عالمی زبان کیلئے ضروری ہے کہ اس کے کلمات کا تلفظ آسان اور دنیا بھر کی اقوام کیلئے قابلِ قبول ہو۔ یہ خوبی بھی عربی میں دوسری زبانوں کی نسبت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ث، س، اور ص کا فرق۔ نیز ذ، ز، ض اور ظ کا امتیاز اور اسی طرح ق اور ک کا فرق بظاہر عربی زبان کے تلفظ کی خامی نظر آتا ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی مختلف اقوام اور مختلف آب و ہوا میں پرورش پانے والے مسلمان بچے قرآنِ کریم کی تلاوت درست تلفظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ہر ملک کے قاری بین الاقوامی قرأت کے مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اور ایک سے ایک کا تلفظ مثالی ہوتا ہے۔ تو اس سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کہ عربی کا تلفظ دنیا بھر کی اقوام میں رائج ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ایک چالیس سالہ بوڑھے انگریز کو ہم ص اور س کا فرق نہیں بتا سکتے لیکن کیا انگریزی کے حروف T ، G ، D اور R تلفظ ایک چالیس سالہ عرب نژاد شخص کے لئے ناممکن نہیں ہے؟ انگریزی کے R ، L اور S کا تلفظ ہم پاکستانیوں کے لئے بھی مشکل ہے جو کہ تعلیم کا اسی فیصد بیشتر اس زبان کی درس و تدریس پہ صرف کرتے ہیں۔ اور آج تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ اصل تلفظ "سکول" ہے، یا "اسکول" اسی طرح "سٹیشن" کہنا چاہیے۔ یا "اسٹیشن" انگریزی کے R اور L کے تلفظ کی مشابہت کا یہ عالم ہے۔ جاپانی میں LONDON (لندن) کو RONDON (رنڈن) کہا جاتا ہے۔

چھوڑئیے انگریزی کے تلفظ کو اس کے بارے میں انگریزوں کا اپنا تاثر یہ ہے کہ اس کا صوتی نظام قابلِ قبول نہیں۔ انگلینڈ، سکاٹ لینڈ، آئرلینڈ اور ریاستہائے متحدہ کے لوگوں کے تلفظ میں فرق انگریزی کے ناقص صوتی نظام کی زندہ مثال ہے۔ آئیے ان زبانوں کا جائزہ لیں جنہیں اہلِ یورپ نے تلفظ کے نقائص سے پاک قرار دیا ہے۔

اسپرانتو جو یورپ کے ماہرینِ لسانیات کا آخری شاہکار ہے۔ اس میں C ، H ، J ، R اور U کا تلفظ بہت سی یورپی اقوام کیلئے ناقابلِ قبول ہے۔ انگریزی بولنے والی اقوام ان حروف کے علاوہ T اور D پر بھی معترض ہیں کہ ہمارے لئے یہ حروف جن آوازوں کے لئے مخصوص ہیں ان کا ادا کرنا مشکل ہے۔

عربی میں ۲۹ حروف ہجا ہیں۔ اور ہر حرف ایک مخصوص آواز کیلئے ہے۔ اس کے برعکس انگریزی میں ۳۱ حروف ہجا ہیں جن سے ۵۵ آوازیں پیدا کی جاتی ہیں۔ اب اگر انگریزوں کو عربی کی ۲۹ آوازیں قبول نہیں تو عربوں کو انگریزوں کی ۵۵ آوازیں کیونکر قبول ہو سکتی ہیں۔ چینی زبان میں دو ہزار کلمات کی ادائیگی کے لئے چار سو نو (۴۰۹) آوازیں پیدا کی جاتی ہیں، جن میں سے بہت سی آوازیں خود چین کے مختلف علاقوں کے لوگوں کیلئے مشکل ہیں۔ غرض دنیا بھر کی زبانوں کے تلفظ کے مقابلے میں عربی کا تلفظ آسان ترین ہے۔

یہ ایک اصولی بات ہے کہ جس زبان میں ابتدائی اور مفرد آوازیں کم سے کم ہوں گی، اس کا تلفظ آسان ہوگا۔ نیز آسان تلفظ اور قابل قبول صوتی نظام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک آواز کیلئے ایک حرف اور ایک حرف ایک ہی آواز کے لئے مخصوص ہو۔ انگریزی میں C ک، س، چ اور ش کی مختلف آوازیں دیتا ہے۔ گویا ایک حرف ایک آواز کیلئے مخصوص نہیں اسی طرح ایک ش کی آواز کیلئے C، S، SS، SH اور TIO کے حروف استعمال ہوتے ہیں۔ گویا ایک آواز کیلئے ایک حرف مخصوص نہ رہا۔ اسپرانتو میں C تَ اور سَ دونوں کی مرکب آواز دیتا ہے، جبکہ K اور T ان دونوں آوازوں کے لئے الگ الگ موجود ہیں۔ اسی طرح اسپرانتو میں چَ کیلئے Ĉ اور CH دونوں مستعمل ہیں۔

عربی میں صوتی نظام کی یہ خصوصیت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے ——

—— قابل قبول صوتی نظام کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کلمات میں نہ تو کوئی حرف زائد ہو جسکی آواز نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسی آواز ہو جس کے لئے حرف نہ ہو۔ دنیا کی بیشتر زبانیں اس خصوصیت سے محروم ہیں۔

انگریزی میں DOUGHTER (ڈاٹر) میں U، G، اور H کی آواز نہیں، یہ تینوں حروف تلفظ کے اعتبار سے زائد ہیں۔ اور EXAMINATION (ایگزامینیشن) میں X کی آواز گ اور Z کی ہے۔ اور CUT میں U، A کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور COUGH (کف) میں F (ف) سرے سے موجود ہی نہیں اور اسکی آواز پائی جاتی ہے۔

عربی میں کوئی ایسا حرف نہیں جسکی آواز نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا حرف ہے جو کسی دوسرے حرف کی آواز دیتا ہو۔ رہا علم تجوید کی رو سے "من ماء" کی جگہ "مماء" پڑھنا یا حروف شمسی سے پہلے حرف تعریف کے "ل" کا آواز نہ دینا وغیرہ یہ قواعد کے مطابق ہے۔ لیکن انگریزی زبان میں CUT

ہیں A کی جگہ U کا آنا یا U کی جگہ A کا پڑھنا کسی قاعدے کی رو سے نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ تلفظ میں روانی، سلاست اور حلاوت پیدا کرنے کے لئے دنیا بھر کی زبانوں میں اس قسم کی تبدیلیاں جان بوجھ کر پیدا کی جاتی ہیں۔ انگریزی میں DO NOT کی جگہ DONT فارسی میں "تورا" کی جگہ "ترا" "ہم این" کی جگہ "ہمیں" دین و دانش کی جگہ "دینُ دانش" اور فرانسیسی میں "ووز۔ آوے" (VOUS , AVEZ) کی جگہ "وو۔ زا۔ وے" (VO. ZA.VE) وغیرہ اس روانی۔ سلاست اور حلاوت کی مثالیں ہیں۔ فرانسیسی کے ووز۔ آوے (VOUS. AVEZ) میں قرأت کی اس تبدیلی کے سوا ایک دوسری تبدیلی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ دوسرے کلمے کے پہلے حرف A کو جو حرف صحیح (CONSONANT) تھا پہلے کلمے کے آخری حرف S کے ساتھ ملا کر حرف علت (VOWEL) میں بدل دیا گیا ہے۔ باقی رہا AVEZ کے آخری حرف Z کا آواز نہ دینا سو یہ فرانسیسی کا عام نقص ہے کہ اس زبان میں R اور L کے سوا کلمہ کے آخر کوئی دوسرا حرف ہو تو وہ عام طور پر بے آواز ہوتا ہے۔ اور یہ R اور L وہی دو حرف ہیں جن کے باعث انگریزی کا صوتی نظام فرانسیسیوں، چینیوں اور جاپانیوں کے لئے سر دردی کا باعث بن گیا ہے۔ اور جاپانی "لنڈن" (LONDON) کو "رنڈن" (RONDON) کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

غرض قرآن کی قرأت کے بارے میں علم تجوید جن تبدیلیوں کی سفارش کرتا ہے وہ قواعد کے مطابق اور کلام میں حلاوت پیدا کرنے کی خاطر ہیں۔ ورنہ "مِنْ مَّآءٍ" کے "ن" کو "م" سے نہ بدلا جائے تو اسے غلط نہیں کہا جائے گا لیکن انگریزی کے کٹ (CUT) میں A کو U سے نہ بدلا جائے یا U کی آواز A کی آواز میں نہ بدلی جائے۔ تو اسے فحش غلطی تصور کیا جائے گا

اختصار| عالمی زبان کو مختصر ہونا چاہئے۔ عام طور پر اختصار کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے، کہ زبان کا ذخیرہ الفاظ محدود ہو۔ جیسا کہ بوڈمر (BODMER) نے سفارش کی ہے، لیکن ہمارے ہاں ذخیرہ الفاظ کے محدود ہونے کے علاوہ زبان کے اختصار میں حسب ذیل امور شامل ہیں

۱۔ غیر ضروری کلمات نہ ہوں، جیسے اردو میں "ہے"، "نے"، "کو" وغیرہ کلمات ہیں ——

۲۔ ایسے کلمات نہ ہوں جن کا کام علامات سے لیا جا سکتا ہو۔ جیسے کا، کی، کے وغیرہ ——

۳۔ مفرد کلمات کی جگہ مرکب کلمات کا عام استعمال نہ ہو جیسے "معبد" کی جگہ "عبادت خانہ" ہے۔

۴۔ کلمات یک رکنی یا زیادہ سے زیادہ دو رکنی ہوں اور بغیر معانی اور مفہوم کے اضافے کے کلمہ کے رکنوں (آوازوں) میں اضافہ نہ کیا جائے۔

عربی غیر ضروری کلمات سے پاک ہے اس کے برعکس اردو میں فاعل کی علامت "نے" مفعول کی علامت "کو" انگریزی میں کلمات تنکیر A اور AN وغیرہ ایسے زائد کلمات ہیں جن کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ مثلاً فارسی میں علامت فاعل کوئی نہیں اور پڑھنے یا سننے والے کو اسکی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اردو میں بے جان مفعول کے ساتھ کسی قسم کی علامت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسکی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اور "اسلم سیب کھا رہا تھا" قسم کے اردو جملوں میں فاعل اور مفعول دونوں کی علامتوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کلام میں خرابی واقعہ نہیں ہوئی۔ "اسپرانتو" میں فاعل کی علامت کا وجود نہیں، البتہ مفعول کے آخر "ن" (N) لگاتے ہیں "ASLAM LEGAS LIBRON" (اسلم کتاب پڑھتا ہے) اس میں LIBRO (کتاب) کے آخر "N" بطور علامت مفعول استعمال ہوا ہے۔

دوسری قسم کے زائد کلمات سے مراد وہ کلمات ہیں جن کی ضرورت علامات یا کلمات کی ترتیب سے پوری کی جاسکتی ہو جیسے کلمات اضافت و ربط وغیرہ۔ اردو میں کا، کے، کی، انگریزی میں OF یا S کلمات اضافت کی مثالیں ہیں، فارسی میں ان کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور ایک زیر (ـِ) سے مرکب اضافی بنا لیا گیا ہے۔ باقی رہا کلمات ربط کا ہونا سو یہ بیشتر زبانوں میں ہیں۔ "ہے"، "ہیں"۔ ہوں۔ فارسی میں "است"۔ "اند" وغیرہ انگریزی میں AM، IS وغیرہ۔ اسپرانتو میں ESTAS چینی میں "یو" (YO) اور "شی" جاپانی میں "آری ماسو" (ARIMASO) اور "اِی ماسو" (IMASO) وغیرہ سب کلمات ربط ہیں۔ اور پھر ان کے استعمال کے بیسیوں قواعد ہیں جن سے نوآموز بیشمار الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

سلاو زبانوں میں کلمات ربط نہیں ہوتے، ان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان روسی ہے۔ اس کے دو جملے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ووت دوم ـــ یہاں گھر (ہے)

۲۔ دوم تام ـــ گھر وہاں (ہے)

ان دونوں جملوں میں "ہے" کیلئے کوئی علامت یا کلمہ نہیں۔ یہ قاری کی ذہانت پر منحصر ہے۔ کہ وہ انہیں مرکب اشاری تصور کرے یا جملہ اور جملہ بھی خبریہ سمجھے یا استفہامیہ۔ اس لئے کہ روسی میں عربی کے "ھل" یا "أ" کا کوئی متبادل نہیں انگریزی اور جرمنی میں بھی "ھل" کیلئے کوئی کلمہ نہیں، ان میں کلمہ ربط کو مسند الیہ سے پہلے لاکر جملہ سوالیہ بنا لیا جاتا ہے۔ لیکن روسی میں یہ صورت بھی نہیں ہو سکتی۔

زوائد کی تیسری صورت میں وہ مرکبات ہیں جنکی جگہ مفردات استعمال کئے جا سکتے ہیں، اسکی بدترین مثال انگریزوں اور امریکیوں کا تازہ ترین شاہکار بیسک انگلش (BASIC ENGLISH) ہے۔ جہاں دو دو تین تین مفرد کلمے جوڑ کر ایک مفہوم پیدا کیا جاتا ہے۔ عربی میں ایسے مفرد کلمات کی خاصی تعداد ہے جن کے تراجم کیلئے دوسری زبانوں میں مرکبات استعمال کئے جاتے ہیں۔ معبد، مدفن، مذبح، مقتل، طیارہ، اقدام، مستشرق، استخبار وغیرہ بیشمار مثالیں ہیں۔

عربی کے مادے کم و بیش نوے فیصد یک رکنی (سہ حرفی) ہیں جنہیں لب و دہن کی ایک ہی جنبش سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ گو چینی کلمات میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے جیسے۔ من (دروازہ) یہ (یہاں ہے) کو (مشتق) رن یا جن (آدمی) وو (میں متکلم) شی (ہے، ہیں۔ ہوں) پو (قدم) جی (جاننا) جو (جانا) دو (راستہ) کن (دیکھنا) خو (خوش) چا (چائے) نا (کیوں) وغیرہ بعض کلمات دو رکنی بھی ہیں۔ جیسے لا ای (آنا) اور "ہوئی" (واپس ہونا) وغیرہ۔ لیکن چینی میں کوئی کلمہ مادہ نہیں ہوتا جس سے نئے کلمات بن سکیں۔

باقی رہے عربی مشتقات سو ان میں حروف کی زیاتی کے ساتھ ساتھ معانی و مطالب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے انہیں ثقیل یا اختصار کے خلاف نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ان کے تراجم میں دوسری زبانوں کے مرکبات استعمال کئے جاتے ہیں جو بہرکیف اختصار کے خلاف ہیں۔

بوڈمر (BODMER) نے "اسپرانتو" پر تنقید کرتے ہوئے حروف کی علامت (^) پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ نشان یا علامت کفایت شعاری کے خلاف اور زود نویسی میں حارج ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ صرف ایک نشان (^) جو "c" پر لگکر "چ" اور "S" پر لگا کر "ش" کی آوازیں پیدا کی جاتی ہیں زبان پر غیر ضروری بوجھ بن جاتا ہے۔ تو یہ درجنوں قسم کے زائد کلمات یہ علامات فاعل و مفعول یہ کلمات تعریف و تنکیر امدادی افعال اور کلمات ربط

کی بھرمار اور ایک ایک مفہوم کے لئے دو دو تین تین کلمات کے مرکبات کس قدر طوالت اور بوجھ کا باعث ہوں گے۔ عربی ان تمام زوائد اور غیر ضروری کلمات سے پاک اور خالی ہے۔ اس میں مسند الیہ کا معرفہ ہونا کلمۂ ربط کی ضرورت کو پورا کر دیتا ہے۔ مضاف الیہ کا مجرور ہونا کلمہ اضافت کے تکلف سے نجات دلا دیتا ہے۔ مفعول کا منصوب ہونا "کو" اور "را" جیسے علامتی کلمات کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتا۔ "ال" کا نہ ہونا علامت تنکیر (جس کیلئے چینی میں گیارہ کلمے ہیں) کی نشاندہی کر دیتا ہے۔ فارسی میں بیشمار کلمات کے ساتھ کدہ، خانہ، یا جائے کے کلمات لگاتے ہیں۔ انگریزی میں HOUSE اور PLACE وغیرہ کلمات کا کس کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن عربی ایک اسم ظرف کا وزن ان تمام مرکبات کی جگہ لے لیتا ہے۔

یہ تھا ان خوبیوں یا خواص کا بیان جن کا عالمی زبان میں پایا جانا ضروری ہے۔ اور یہ خوبیاں عربی میں بدرجہ اتم موجود ہیں جبکہ دنیا کی مشہور ترین زبانیں حتیٰ کہ مصنوعی زبانیں جن کی اختراع ہی ان خواص کا حصول تھا عربی سے پیچھے ہیں۔

بوڈمر کی تجاویز "دی لوم آف لینگویج" کے مصنف بوڈمر (BODMER) نے اپنی اسی کتاب کے دسویں باب میں نام نہاد عالمی اور گیارہویں باب میں مصنوعی زبانوں پر تنقید کے بعد عالمی زبان کے بارے میں حسب ذیل خوبیوں کو ضروری قرار دیا ہے:

۱۔ کلمات مفرد ہوں۔
۲۔ ذخیرۂ الفاظ لاطینی الاصل ہو۔
۳۔ ذخیرۂ الفاظ ایک ہزار کلمات سے زائد نہ ہو۔
۴۔ ہجے (SPELLING) درست ہوں۔
۵۔ حروف ابجد سادہ ہوں۔
۶۔ قواعد (GRAMMER) مختصر اور جامع ہوں۔

"بوڈمر" کے نزدیک کلمات کے مفرد ہونے کا وہ مفہوم نہیں جو اختصار کے عنوان پر بحث کے دوران بیان کیا گیا ہے جس کی مثال "معبد" اور "عبادت خانے" کی ہے۔ بوڈمر جس مفرد کی حمایت کرتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے، دو کلمات کو ملا کر ایک مفرد نہ بنایا جائے بلکہ دونوں کلمات کو الگ الگ مفرد حیثیت سے استعمال کیا جائے مثال کے طور پر اردو کا کلمہ "امر" ہے۔ یہ دراصل دو کلموں "آئی" اور "مر" سے مل کر بنا ہے۔ اس لئے "امر" (جاودان) بوڈمر

کے خیال کے مطابق مفرد نہیں رہا۔ اسکی تجویز یہ ہے کہ ان اور مر دونوں کو الگ الگ رکھا جائے تاکہ دونوں الگ الگ مفرد رہیں۔

بوڈمر کی یہ تجویز عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے پیش نظر درست ہے، اس لئے کہ اس نوعیت کے مفرد کلمات جو دراصل مرکب ہیں، اجنبی معلوم ہوتے ہیں اور نوآموز کیلئے مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں لیکن عربی میں اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں اس لئے عربی کو عالمی زبان کے طور پر پیش کرتے ہوئے ہم اس تجویز کی تائید نہیں کر سکتے۔ عربی میں قواعد کے مطابق اس قسم کے کلمات بنائے جاتے ہیں اور یہ طریقہ اختصار میں مدد ثابت ہوتا ہے "عبادت خانہ" بوڈمر کی تجویز کے مطابق اچھا کلمہ ہے لیکن ہماری تجویز "معبد" کو اپنانے کی ہے اس لئے کہ ع۔ب۔د مادے کے پیش نظر "معبد" اجنبی نہیں بلکہ اسی سے اسم ظرف کے قاعدے کے مطابق بنایا گیا:

دوسری تجویز کہ ذخیرہ الفاظ کا ماخذ لاطینی زبان ہو۔ ظاہر ہے کہ ہم اس کی تائید نہیں کر سکتے ہاں اگر صرف براعظم یورپ کیلئے اور وہ بھی "سلاو" زبانیں بولنے والوں کو خارج کر کے باقی اقوام کیلئے ایک مشترک زبان بنانا مقصود ہو تو یہ تجویز مفید ہو سکتی ہے لیکن عالمی زبان کے لئے یہ تجویز نہ صرف بے سود بلکہ حد درجہ مہلک اور خطرناک ہے۔

تیسری تجویز کہ ذخیرۂ الفاظ ایک ہزار تک محدود ہو، کسی حد تک درست ہے لیکن عربی میں چونکہ قواعد کے مطابق نئے الفاظ بنائے جا سکتے ہیں اس لئے عربی ذخیرہ الفاظ تین چار ہزار تک بڑھایا جا سکتا ہے۔ البتہ مادوں کی تعداد کا محدود ہونا ضروری ہے۔

باقی تینوں تجویزیں معقول اور قابل قبول ہیں۔ اور عربی میں ان کی کیا حیثیت ہے؟ یہ بات ہماری معروضات سے واضح ہو جاتی ہے۔

چہ باید کرد | اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربی کو عالمی زبان کا درجہ دینے کیلئے کام کا آغاز کہاں سے کیا جائے۔؟ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کام حکومتوں اور خاص کر اسلامی ملکوں کی حکومتوں کے کرنے کا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم جو بااختیار لوگ نہیں ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا بنے بیٹھے رہیں اور کچھ نہ کریں۔

قرآن کریم میں کم و بیش ڈیڑھ ہزار مادے ہیں۔ ان میں سے ایک ہزار کے قریب مادے منتخب کر کے انہیں عالمی زبان کے ذخیرہ الفاظ کے طور مخصوص کر دیا جائے۔ پھر آسان اور جامع قواعد کی مدد سے ان مادوں سے نئے الفاظ بنائے جائیں۔ اور انہیں سادہ نحوی قوانین کی رو سے

مرکبات اور جملوں میں استعمال کے قابل بنایا جائے۔

قرآن کے مادوں کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں، دنیا بھر کے مسلمان ان کے تلفظ اور کسی حد تک مفہوم سے واقف ہیں۔ اس طرح اگر قرآنی مادوں پہ مشتمل عربی کو عالمی زبان بنانے کا طریقہ اختیار کیا گیا تو پہلے روز ہی اسی، نوے بلکہ ایک عرب انسان اسکی تائید کریں گے اور دنیا کے ہر خطے میں اسکی درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور صرف پانچ سال کے مختصر سے عرصہ میں کوئی مسلمان کسی اسلامی ملک میں اجنبیت محسوس نہیں کرے گا۔ ہر جگہ اور ہر ملک میں عربی جاننے والے موجود ہوں گے اور جو مسلمان جہاں جائے گا عربی کی مدد سے اپنا مدعا بیان کر سکے گا۔ اور جو کتاب جہاں شائع ہو گی دنیا بھر کے مسلمان اسے پڑھ سکیں گے۔

میری ناقص رائے یہ ہے کہ عربی مدارس کے اساتذہ کرام آپس میں مشورہ کر کے پہلے قرآن کریم کے مادوں کا جائزہ لیں۔ روز مرہ کی عام بول چال میں کام آنے والے مادوں کو الگ کریں اور ان سے مشتقات بنانے کے قواعد مرتب فرمائیں۔ اس کے بعد پہلے عربی مدارس میں اس آسان اور بنیادی بول چال کی عربی کو رائج کریں۔ تاکہ فارسی وغیرہ کی ابتدائی کتابوں کی تدریس سے پہلے طلبہ کو عربی میں بول چال کی مشق کرائی جائے، اور اس کے بعد اعلیٰ درجوں میں اظہار خیال کا واحد ذریعہ یہی اساسی عربی ہو۔ یقین ہے کہ عربی مدارس میں عربی کے رواج کے بعد سرکاری مدارس اور جامعات بھی علماء کرام کی تقلید میں سعادت محسوس کریں گے۔

یہ خیال کرنا کہ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کا عربی میں گفتگو کرنا مشکل ہے۔ میرے نزدیک غلط اور احساس کمتری کا آئینہ دار ہے۔ اگر ہمارے بچے انگلش میڈیم سکولوں میں پہلی جماعت ہی سے انگریزی بولنا شروع کر سکتے ہیں، تو عربی مدارس کے مبتدی جو نسبتاً زیادہ محنت کے عادی ہوتے ہیں اور رات دن مدرسے کے ماحول میں رہتے ہیں آسان عربی کیوں نہیں سیکھ سکتے۔

دنیا بھر کے بالغ چھ ہفتوں میں "اسپرانتو" اور تین ماہ میں بنیادی انگریزی (BASIC ENGLISH) سیکھ کر انہیں اظہار خیال کا ذریعہ بنا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی مدارس کے طلبہ آسان عربی کو افہام و تفہیم کا وسیلہ نہ بنا سکیں ـــــ اس ابتدائی جدوجہد کے ساتھ ساتھ ہمیں اس غلط رجحان کو روکنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ جو ترکی، فارسی، اردو، ملائی اور انڈونیشیائی زبانوں سے عربی الاصل کلمات کے اخراج کا باعث بن رہا ہے۔ مسلمان ملکوں میں نیا نام نہاد ادب عربی کلمات کے خلاف جس سازش کا نتیجہ ہے۔ اس پہ مستقل مقالے کی ضرورت ہے۔

■■